محترمہ خالدہ شفیع

عوامی کتب خانہ پنجاب کا تاریخی پس منظر

لاہور بے شمار تاریخی ادوار سے گزر چکا ہے۔ اور ہر تاریخی دور میں اس کو علم و حکمت کے لحاظ سے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کے عہد میں اس کی شہرت چار دانگ عالم میں تھی۔ جہاں تک تعلیمی ترقی کا تعلق ہے۔ وقت کے حکمرانوں کی بیشتر توجہ اس شہر کے فروغ پر مرکوز رہی۔ سلاطین دہلی اور مغل بادشاہوں کے آثار قدیمہ اس امر کی روشن دلیل ہیں۔

دورِ حاضر میں بھی یہ شہر ہماری تہذیبی اور تعلیمی زندگی میں شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان کی سب سے قدیم اور مشہور دانش گاہ اسی شہر میں ہے۔ کالجوں اور اسکولوں کی تعداد بھی سب سے زیادہ اسی شہر میں ہے۔ علمی دنیا میں اس کی مرکزی حیثیت کا انحصار اس امر پر ہے کہ یہاں کتب خانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ پاکستان کے دو قدیم ترین اور ہر لحاظ سے بڑے کتب خانے بھی اسی شہر کی شہرت کو دوبالا کیے ہوئے ہیں۔ قدیم اور تاریخی عمارات بھی سب سے زیادہ اسی شہر میں ہیں۔ غرضیکہ لاہور پاکستان کا دل ہے۔ یہ علاقہ اپنی تاریخی عمرانی، صنعتی اور معاشی خصوصیات کے اعتبار سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس علاقے کی اپنی روایات و خصوصیات ہیں جن کا عکس شہر لاہور میں اپنی پوری رنگارنگی کے ساتھ نظر آتا ہے۔

تقسیم ہند سے پہلے یہ شہر لائبریریوں کا شہر اور لائبریری تحریکوں کا گہوارہ کہلاتا تھا لیکن نوادر کی غیر منصفانہ تقسیم کے باوجود ان علمی مخازن کی آب و تاب قائم ہے۔ جہاں کتب خانوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا ہے وہاں ان کتب خانوں کے ذخیروں میں بھی برابر اضافہ ہو رہا ہے جو برسوں سے قائم ہیں۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور بھی ان ہی عظیم کتب خانوں میں سے ایک ہے۔

۱۶۴۴ء میں نواب وزیر خان جو شاہ جہاں کے مشہور وزیر تھے، مسجد وزیر خان کی تعمیر سے فارغ

ہوتے تو اس مقام پر جہاں آج پنجاب پبلک لائبریری ہے اپنا وسیع باغ تعمیر کرایا۔ اس باغ میں کھجوروں کے جھنڈ تھے اور یہ رعنائی میں اپنی مثال آپ تھا۔ کھجوروں اور درختوں کی مناسبت سے اسے نخلستان وزیر خان کہا جاتا تھا۔ جب احمد شاہ نے زمان شاہ بادشاہِ کابل کے فرمان کے بموجب ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ کو لاہور پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دی اور اندرون شہر کے رؤسا نے بھی جو حاکمانِ لاہور کے ظلم و ستم اور ان کی لوٹ کھسوٹ سے تنگ آ چکے تھے، اس کا ساتھ دیا تو وہ سب سے پہلے نواب وزیر خان کے اس باغ میں فروکش ہوا۔ باغ میں اس کی فوجوں نے ڈیرے ڈال کر اس کو تباہ کرنا شروع کیا اور بارہ دری میں رنجیت سنگھ نے بذاتِ خاص قیام کیا۔ ۱۷۹۹ء سے ۱۸۴۹ء تک جب تک کہ سکھوں کا راج رہا، بارہ دری اور دونوں باغ سکھوں کی چھاؤنی کہلاتے رہے۔ باغ ویران ہو گیا مگر بارہ دری چونکہ حکام کی قیام گاہ ہوتی تھی اس لیے سلامت رہ گئی۔

مختلف مواقع پر اس عمارت سے مختلف کام لیے گئے۔ سکھوں کے عہد میں یہ چھاؤنی کا ایک حصہ تھی۔ ۱۸۴۹ء میں جب پنجاب کا الحاق برٹش عملداری سے ہوا تو انگریزوں نے اپنے ابتدائی دور میں اسے فوجیوں کے کوارٹروں کے طور پر اور دیگر فوجی اغراض کے لیے استعمال کیا۔ اس کے بعد اس میں محکمۂ بندوبست کا دفتر بنا دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے لیے یہ عمارت تارگھر اور اس کے بعد عجائب گھر کے طور پر بھی استعمال ہوتی رہی۔ اور آخر کار ۱۸۸۴ء میں اس عمارت کا قرعۂ فال پنجاب پبلک لائبریری کے نام پڑا۔

تاریخِ لاہور کے مصنف رائے بہادر کنہیا لال شاہ جہانی دور کی اس قدیم عمارت کا حال یوں بیان کرتے ہیں: "ابتدائے عملداری سکھی میں سکھوں نے اس باغ کو ویران کر دیا۔ صرف یہ بارہ دری منجملہ باغ باقی رہ گئی جو اس باغ کے وسط میں تھی۔ عمارت اس کی سب خشتی ہے۔ اس بارہ دری کے گرد تا سینہ بلند چبوترہ خشتی، طول و عرض جس کا تینتالیس ۴۳ گز ہے اور چبوترہ کے درمیان ایک زینہ ہے۔ عمارت کے درمیان بارہ دری واقع ہے۔ یہ بارہ دری باہر سے دو منزلہ اور اندر سے ایک منزلہ

ہے۔ اور اوپر کی سقف کے چار کونوں پر چار برجیاں نہایت مقطع ہیں۔ سکھوں کے عہد میں یہ بارہ دری فوجی مقاصد کے لیے استعمال ہوتی رہی اور سکھ اس میں قیام پذیر تھے۔ جب انگریزی شروع ہوا تو پہلے اس میں گورے رہتے تھے۔ جب چھاؤنی "میاں میر" منتقل ہوئی تو اس جگہ محکمۂ بندوبست کی کچہری ہوتی رہی۔ پھر صاحبانِ تار کا قبضہ رہا۔ پھر عجائب گھر کا سامان اس میں رکھا گیا اور پھر آخر میں کتاب گھر بنا۔" تحقیقاتِ چشتی میں بھی اس کا حال کم و بیش اسی طرح لکھا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ پنجاب پبلک لائبریری کا قیام ۱۸۸۴ء میں حکومت پنجاب کی خواہش اور اعانت سے ایک قرارداد کے بموجب عمل میں آیا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھی۔

ڈپٹی کمشنر لاہور۔ ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب، سی ایل پیٹرے پنڈت رام نرائن، ڈی۔ سی۔ جی ابٹسن، ای۔ ڈبلیو۔ پارکر، ایس۔ ای۔ وہیلر۔ ڈاکٹر ڈبلیو۔ پی۔ ڈکسن، جے۔ ایل کپلنگ، اے۔ ایم۔ کر، رائے بہادر کنہیا لال، ٹی۔ سی۔ لوییس، سی۔ سانڈیفورڈ، رائے بہادر برج، پنڈت امر ناتھ (سیکرٹری)

اس کمیٹی کا کام حکومت کو اس کام کی تکمیل میں اعانت اور اس سے کماحقہ عہدہ برآ ہونے میں مدد دینا تھا۔ اس کمیٹی میں مسٹر ایس وہیلر ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ اور مسٹر جے۔ ایل۔ کپلنگ پرنسپل میو اسکول آف آرٹس کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر نامور انگریزی ادیب رڈیارڈ کپلنگ کے والد بزرگوار تھے۔ اس کمیٹی کی پہلی میٹنگ سول سکرٹیریٹ لاہور میں ۱۲ر نومبر ۱۸۸۴ء کو ہوئی۔ اور اس نے بڑی مستعدی اور تن دہی سے اپنا کام شروع کر دیا۔ کمیٹی سب سے پہلے حکومت سے بارہ دری حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس وقت یہ خیال تھا کہ جب تک لائبریری کے لیے کوئی مناسب عمارت تعمیر نہیں ہوتی، اس عمارت کو عارضی طور پر استعمال میں لایا جائے۔ مگر اس وقت کسے معلوم تھا کہ یہ عمارت لائبریری کی مستقل عمارت ہو جائے گی۔ کمیٹی کے لیے کتابوں کی فراہمی دوسرا اہم کام تھا۔ کمیٹی کی تجویز پر سرکاری محکموں اور شعبوں نے وہ تمام کتابیں لائبریری میں

منتقل کر دیں۔ جن کے استعمال کی انھیں کوئی ضرورت نہ تھی۔ جب ایک سال کے عرصہ میں لائبریری کے قیام کے ابتدائی مراحل طے پا گئے تو ۳۱ دسمبر ۱۸۸۵ء کو لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس یو۔ ایچی۔ سن نے دربار عام منعقد کر کے لائبریری کی رسم افتتاح ادا کی۔

اس افتتاحی تقریب میں گورنر پنجاب نے جو خطاب کیا۔ اس کا خلاصہ عرفان چغتائی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"میری تمنا ہے کہ اس لائبریری سے علوم و فنون کی شعاعیں نکل کر صوبہ کی ذہنی اور علمی ترقی کا باعث بنیں اور علم کے متلاشی جب اس میں قدم رکھیں تو تاریخ ادب اور سائنس کے وہ تمام مخازن جن کو وہ خود فراہم نہیں کر سکتے یہاں آسانی سے حاصل کر پائیں۔"

اس افتتاحی تقریب میں کمیٹی کی کارکردگی کی رپورٹ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں پڑھی گئی۔ اس رپورٹ کو کمیٹی کے سیکریٹری پنڈت امرناتھ نے ان الفاظ سے شروع کیا۔

پنجاب کے کتب خانہ مفید عام کی بنیاد مطابق ریزولیوشن گورنمنٹ پنجاب مورخہ ۸ نومبر ۸۴ء قائم کی گئی ہے اور جس کے افتتاح کی زینت بخشی آج جناب والا نے منظور کی ہے۔ ہم آپ کی عنایات کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔

اس عرض داشت کمیٹی میں گورنر پنجاب کی مختلف خدمات کو سراہا گیا۔ جو انھوں نے مختلف اوقات میں پنجاب میں تعلیم کی ترقی کے لیے کیں۔ انھوں نے ۵۰ گراں قدر کتابوں کا عطیہ لائبریری کو دیا تھا۔ اس کا بھی شکریہ ادا کیا گیا۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی اپنے ذاتی کتب خانوں سے جو قیمتی ذخائر عنایت کیے اس کا بھی شکریہ ادا کیا گیا۔ علاوہ ازیں صاحب استطاعت سے مزید تحائف دینے کی استدعا کی گئی۔ اس تقریب کے آخر میں گورنر پنجاب کو عطیہ دینے کا سرٹیفکیٹ پیش کیا گیا۔ اور ان سے درخواست کی گئی کہ وہ تمام دوسرے معطیان کو بھی ایسے ہی سرٹیفکیٹ عطا کریں۔ وہ معطی جو اس تقریب میں شریک تھے اور جنھوں نے لائبریری کی ابتدا کرنے میں خاص کردار ادا کیا۔ ان کے نام ذیل میں دیے جاتے ہیں:

گورنر پنجاب سر چارلس - ایچی - سن، سی - ایل - پٹر، بی - ایچ - بی پاول، ایس - ای وہیلر - ٹی - ڈبلیو - رونس، لالہ سیوا رام، ٹی، سی - لوئیس - ای - ڈبلیو - پارکر، لیفٹیننٹ کرنل ڈبلیو - جے پارکر، پنڈت رام نرائن، سردار دیال سنگھ، رائے بہادر برج لال، دیوان رام ناتھ، بابو پرتول چندر چیٹرجی، بابو کالی پرسنا رائی، بابو جگندر چندر، بابو لال چند، بابو سوندھی رام، شیخ نانک بخش، پنڈت پیارے لال، جے - ای - ہیلٹن، رائے بہادر کنہیا لال، پنڈت جوالا دت پرشاد، لیفٹیننٹ کرنل ای - جی - ولیس، ڈاکٹر جے - اونیل، جے گولڈ سبری، ایس - ایس تھاربرن منشی نول کشور، لالہ حکم چند، لالہ سندر داس سوری، کرنل سی - ایچ - ٹی - مارشل۔

ان اصحاب میں منشی نول کشور کا نام قابلِ ذکر ہے جنھوں نے چھبیس سو اُردو فارسی کی بیش قیمت کتابیں لائبریری کی نذر کیں - ان کے علاوہ مسٹر ٹی - ڈبلیو - ایچ ٹولبرٹ جنھوں نے بڑی عرق ریزی سے کتابیں جمع کر رکھی تھیں، لائبریری کو منتقل کر دیں - اس ذخیرے سے لائبریری کو کثیر تعداد میں ایسی قابلِ قدر کتابیں ہاتھ لگیں جو اور کسی جگہ سے میسر نہ آسکتی تھیں - اس کے بعد لیفٹیننٹ گورنر کی وساطت سے ریاست بہادر کے سردار عطر سنگھ کا ذاتی کتب خانہ لائبریری میں منتقل کیا گیا - اس کتب خانے میں مشرقی علوم پر اُردو اور فارسی میں بیش قیمت کتابیں تھیں - اس کے علاوہ چند فارسی کے قلمی نسخے بھی لائبریری کو عطا کیے - مگر سب سے گراں قدر عطیہ جس نے نہ صرف لائبریری کی کتابوں میں اضافہ کیا بلکہ اس کی شہرت کو دوبالا کر دیا - فقیر سید جمال الدین کا کتب خانہ تھا - سید صاحب مرحوم لاہور کے فقیر خاندان کے چشم و چراغ تھے - وہ بڑے علم پرور اور صاحبِ ذوق بزرگ تھے - انھوں نے بڑی محنت اور صرف کثیر سے کتابوں کا ذخیرہ فراہم کیا تھا - مرحوم نے وفات سے پیشتر علم و حکمت کے ہر مخزن کو لائبریری کے لیے مرحمت فرمایا - اس ذخیرے میں عربی کی مطبوعہ مگر نایاب کتب کے علاوہ بہت سے قلمی نسخے بھی تھے - جن میں سے چند نسخے پرانے اور قیمتی تھے -

[illegible] کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ لاہور کے عوام کو خصوصاً اور پنجاب کے عوام کو عموماً علم و ادب سے روشناس کرایا جائے اور انھیں علمی پیاس بجھانے کے لیے کتب [illegible]